11

ربوہ کے رہنے والوں کا فرض ہے کہ اپنی مساجد کو آباد رکھیں اور اپنے اندر تعاون، ہمدردی اور قربانی کی روح پیدا کریں

(فرمودہ 4 اپریل 1952ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"آج میں ربوہ کے رہنے والوں کو یا ربوہ میں رہنے کا ارادہ کرنے والوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مرکز میں رہنا جہاں اپنی ذات میں بہت بڑی برکات کا موجب ہوتا ہے وہاں وہ رہنے والوں پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے۔ لوگوں میں عام طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے فائدہ کی چیزیں لے لیتے ہیں اور جو فرائض اور ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ فوائد کے لحاظ سے اگر دیکھو تو ربوہ اپنی ذات میں بعض ایسے فوائد رکھتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان تو الگ رہے دولت مند سے دولت مند ممالک میں بھی اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ مثلاً یہاں قریباً تمام غرباء، یتامیٰ اور بیوہ عورتوں کو سوائے اس کے کہ کوئی نظر انداز ہو جائے یا اس کا معاملہ ہماری سمجھ میں نہ آئے معقول مدد دی جاتی ہے۔ انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیئے جاتے ہیں، غلّہ انہیں ملتا ہے، بیمار ہو جائیں تو علاج کے لئے پیسے انہیں ملتے ہیں، ان کے بچوں کی شادیاں ہوتی ہیں تو اخراجات میں انہیں امداد دی جاتی ہے، بچے پڑھتے ہیں تو کسی نہ کسی رنگ میں ان کی امداد کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو وظائف دیئے جاتے ہیں اور بعض کی فیسیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ یہ فوائد اور کون سے ملک میں حاصل ہو سکتے ہیں۔

امریکہ کتنا امیر ملک ہے اس کا کوئی شہر ایسا نہیں جو ان باتوں میں ربوہ کا مقابلہ کر سکے۔ واشنگٹن امریکہ کا دارالحکومت ہے، نیویارک سب سے بڑا شہر ہے، شکاگو تجارتی اور صنعتی مرکز ہے، اِسی طرح دوسرے بڑے بڑے شہر ہیں لیکن ان میں ایک بھی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ مالدار لوگ غرباء کی اس رنگ میں نگرانی کر رہے ہوں جیسی نگرانی ربوہ میں ہو رہی ہے یا اتنی فیصدی مدد کر رہے ہوں جتنی فیصدی مدد ربوہ میں کی جاتی ہے۔ امریکہ کی حکومت ہم سے زیادہ مالدار ہے۔ امریکن لوگ ہم سے زیادہ مالدار ہیں۔ اور مالدار بھی معمولی نہیں۔ ان میں ایسے ایسے مالدار بھی پائے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ربوہ کی ساری زمین اور سارے مکان بھی خرید لے تو اُس کے خزانے میں اِتنی بھی کمی نہ آئے جتنی کمی ہمارے ملک کے ایک مالدار کی جیب میں مٹھائی خرید لینے سے آتی ہے۔ لیکن پھر بھی امریکہ میں ہزاروں واقعات ایسے پائے جاتے ہیں کہ لوگوں نے فاقہ کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ بیمار تھے اور علاج کے لئے روپیہ نہ مل سکا خودکشی کر لی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ربوہ میں غرباء، یتامیٰ اور بیوگان کی سو فیصدی مدد کی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی غریب ہو لیکن ہمیں اس سے متعلق کوئی اطلاع نہ مل سکی ہو یا اس کا معاملہ ہماری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ مثلاً ہم سمجھتے ہوں کہ وہ کوئی کام کرنے کے قابل ہے لیکن درحقیقت وہ کام کرنے کے قابل نہ ہو۔ اس قسم کی فروگزاشت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جہاں تک انسانی عقل کا دخل ہے کوئی مثال ایسی نہیں مل سکتی کہ ربوہ میں کوئی معذور آدمی ہو، یتیم ہو، یا کوئی بیوہ عورت ہو اور اُس کی اس حد تک کہ جماعت کی مالی حالت اجازت دے انتہائی مدد نہ کی گئی ہو۔

دیکھ لو ہم قادیان سے جب نکلے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ہماری حالت دوسرے مہاجرین کی نسبت زیادہ خراب تھی۔ پھر دوسرے مہاجروں نے یہاں آ کر لوٹ مار شروع کر دی لیکن ہم نے لوٹ مار بھی نہیں کی۔ تاہم دوسرے مہاجر تو لُوٹ مار کے بعد بھی شور مچا رہے تھے کہ حکومت ان کی امداد کرے لیکن یہ جماعت احمدیہ کی ہی ہمت تھی کہ اس نے گورنمنٹ سے ایک پیسہ کی بھی درخواست نہ کی۔ پھر ہم سارے کے سارے ایک لمبے عرصہ تک لاہور جیسے گراں شہر میں پڑے رہے اور وہاں اتنی تنگی اور تُرشی کے ساتھ گزارا کیا کہ مہینوں راشن کو اس طور پر تقسیم کیا گیا کہ ہر ایک فرد کو ایک روٹی فی وقت مل سکتی تھی۔ جس کی وجہ سے بڑی عمر کے لوگ تو کیا بعض اوقات بچوں کی طرف سے بھی یہ شکایت آتی تھی کہ ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ لیکن ہمارا یہی

اصول تھا کہ فی کس ایک روٹی دی جائے تا ہر شخص کو کھانے کو کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے۔ پھر آہستہ آہستہ نظام قائم ہونا شروع ہوا۔ اس سے پہلے ریل کے تعلقات بند تھے، رستے بند تھے اور اس لئے ٹوٹی پھوٹی جماعت جو موجود تھی وہ بھی مدد نہیں کرسکتی تھی۔ پھر جماعت کا خزانہ خالی تھا۔ لیکن باوجود اس کے ہم نے ہجرت کر کے آنیوالوں کو مدد دی۔ پھر ہم ربوہ آئے۔ شروع شروع میں جب تک لوگ اپنی اپنی جگہ ٹک نہیں گئے اور انہیں اپنے اپنے رشتہ داروں کا پتا نہیں لگا اور وہ وہاں چلے نہیں گئے علاوہ کارکنوں اور ان لوگوں کے جو ہمارے ساتھ آئے تھے ربوہ میں اڑھائی سو یتامیٰ اور بیوگان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی مثال کسی اور جگہ نہیں مل سکتی۔ حکومت چالیس پچاس یتامیٰ کے لئے کوئی دارالیتامیٰ کھولتی ہے تو اخبارات میں شور پڑ جاتا ہے کہ حکومت نے فلاں جگہ دارالیتامیٰ کھولا ہے۔ لیکن ہم نے باوجود سینکڑوں افراد کے کھانے پینے اور رہنے کا سامان کر کے شور نہیں مچایا۔ پس اُس وقت مرکز میں رہنے والے مرکز سے یہ فائدہ اٹھاتے رہے کہ ان کے لئے ہر قسم کا مفت سامان کیا گیا۔ اور جو اَب مرکز میں رہتے ہیں وہ بھی مرکز سے کافی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مرکز سے باہر جماعت میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی ایسے تھے جنہیں کوئی مدد نہ مل سکی اور جب وہ ہمارے پاس آتے تو ہم کہتے کہ پہلے مرکز میں آنے والوں کو مدد دی جائے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرکز سے باہر بھی غرباء، یتامیٰ اور بیوگان کی مدد ہوتی ہے۔ لیکن وہ مدد مرکز کی نسبت بہت کم ہے۔ باہر کی آبادی مرکز کی آبادی سے سینکڑوں گنے زیادہ ہے۔ لیکن مرکز سے باہر رہنے والے غرباء، یتامیٰ اور بیوگان کی امداد مرکز میں رہنے والے غرباء، یتامیٰ اور بیوگان کی امداد سے سینکڑوں گنے کم ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مرکز میں رہنے والے لوگ ہمارے سامنے ہیں اور قرآن کریم کے اس حکم کے ماتحت کہ اپنے قریب رہنے والے کا خیال رکھو ہم ان کا خیال رکھتے ہیں۔

اِسی طرح اَور بہت سے فوائد ہیں جو مرکز میں رہنے والے مرکز سے حاصل کر رہے ہیں۔ مثلاً سکول ہے۔ سوائے گھٹیالیاں (ضلع سیالکوٹ) کے اور کسی جگہ جماعت کا ہائی سکول قائم نہیں۔ لیکن مرکز کے رہنے والوں کو یہ سہولت حاصل ہے کہ ان کے بچے اپنے سکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو یہ سہولت حاصل نہیں۔ پھر کالج ہے۔ اگرچہ وہ اس وقت لاہور میں ہے لیکن جب کالج قادیان میں تھا تو سینکڑوں احمدی جو اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دے

سکتے تھے۔ان کے بچوں نے تعلیم حاصل کی۔ یہ فوائد ہیں جو تمہیں مرکز میں رہنے کی وجہ سے پہنچتے ہیں۔
ان کے مقابلہ میں بہت سی ذمہ داریاں بھی ہیں جو یہاں کے رہنے والوں پر عائد ہوتی ہے۔علمِ منطق کے لحاظ سے انسان میں دو قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ بِالفعل اور بِالقوۃ یعنی ایک قوت ایسی ہوتی ہے جو عملاً ظاہر ہورہی ہوتی ہے۔اور ایک کے سامان موجود ہوتے ہیں۔ اور جب موقع ملے تو وہ قوت ظاہر ہو جاتی ہے۔اس لحاظ سے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ربوہ میں کس طرح غرباء کی مدد کی جاتی ہے۔ بلکہ یہاں امراء کی بھی بالقوۃ مدد کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان پر بھی کوئی وقت تنگی کا آجائے۔اور جب ان پر تنگی کا وقت آئے گا ربوہ میں ان کی امداد کے سامان بھی موجود ہوں گے۔ کیونکہ ایک منظّم جماعت سے انہیں بھی بوقت ضرورت امداد کی امید ہو جاتی ہے۔اسی لئے امراء بھی بالقوۃ مرکز سے امداد حاصل کر رہے ہیں۔اسلامی زکوٰۃ میں بھی ایک پہلو ایسا رکھا گیا ہے کہ جب کوئی امیر آدمی کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور یہ امید ہو کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے گا تو اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔گو ایسے امراء کا مقام غرباء کی امداد کے بعد آتا ہے لیکن بہرحال ان کے لئے امداد کا رستہ کھلا ہے۔گویا ایسے امراء جن کے ذریعہ غرباء مدد حاصل کر رہے ہیں وہ بھی مرکز کے ممنون ہیں کیونکہ وہ بالقوۃ مرکز سے امداد حاصل کر رہے ہیں۔اسی طرح دوسرے لوگ بھی مرکز کے ممنون ہیں کیونکہ وہ مرکز میں آتے رہتے ہیں اور اس سے روحانی، علمی اور جسمانی فوائد حاصل کرتے ہیں۔اگرچہ وہ لوگ اس رنگ میں مدد حاصل نہیں کر رہے جس رنگ میں مقامی غرباء، یتامیٰ اور بیوگان حاصل کر رہے ہیں لیکن بہرحال انہیں کسی نہ کسی رنگ میں مرکز سے مدد مل رہی ہے۔ پھر تاجر ہیں وہ بھی مرکز سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں میرے پاس ایک رپورٹ آئی کہ جب ربوہ میں غلہ کی تنگی ہوئی اور آٹا کی سپلائی کا انتظام کرنے کے لئے دکانداروں کی ایک کمیٹی بنائی گئی تو ایک دکاندار نے کہا سلسلہ نے کونسی میری تنخواہ مقرر کی ہوئی ہے کہ میں اس کا فلاں حکم مانوں۔حالانکہ اگر سلسلہ اسے کوئی مدد نہیں دیتا تو وہ یہاں کیوں آیا تھا۔اگر وہ یہاں آیا ہے تو بہرحال کوئی نہ کوئی فائدہ اس کے مدنظر تھا۔ اس دکاندار نے کہا کہ سلسلہ مجھے کون سی تنخواہ دیتا ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کیا یہ تنخواہ کچھ کم ہے کہ اڑھائی تین ہزار لوگوں میں سے سوائے

چند ایک کے سلسلہ نے سب کو رہنے کے لئے مکانات بنا کر دیئے تھے۔ دکانداروں کے پاس دکانیں نہیں تھیں سلسلہ نے انہیں دکانیں مہیا کیں۔ حالانکہ خود اس کا خزانہ خالی تھا، اس کی جائیدادیں تباہ ہوگئی تھیں، اس کے ادارے تباہ ہو گئے تھے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود قریباً 95 فیصدی دکانداروں کو سلسلہ نے اُس وقت دکانیں بنا کر دیں جب وہ خود دیوالیہ ہو چکا تھا۔ یہاں رہنے والوں کے پاس جو مکانات ہیں اُن میں سے قریباً 95 فیصدی مکانات وہ ہیں جو سلسلہ نے بنا کر دیئے ہیں۔ اور اُس وقت بنا کر دیئے جب وہ خود دیوالیہ ہو چکا تھا۔تم ذرا کشمیر کے مہاجروں کی حالت دیکھو۔ باوجود اس کے کہ ایک زبردست حکومت ان کی مدد کر رہی ہے جس کا سالانہ بجٹ ڈیڑھ ارب روپیہ کا ہے پھر بھی وہ مہاجر جو خود حکومت کے مہمان ہیں اب بھی چَھپروں میں رہ رہے ہیں۔ اگر سلسلہ ان کی امداد نہیں کرتا تو وہ واہ1 اور مانسر2 میں کیوں نہیں گئے۔ پس سلسلہ نے انہیں ضرور تنخواہ دی ہے۔صرف فرق یہ ہے کہ اس تنخواہ کی شکل اَور ہے۔ مرکز نے انہیں وہ فائدہ پہنچایا ہے جو وہ کہیں اَور جگہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ انہیں آ کر بنا بنایا گاہک ملا۔ یہ بھی سلسلہ کی طرف سے ایک تنخواہ ہے جو ربوہ کے ہر دکاندار کو مل رہی ہے۔ آخر وہ کون ہوتے ہیں جو ان سے سودا خریدتے ہیں؟ وہ سلسلہ کے ہی فرد ہوتے ہیں۔ اور انہی کا نام سلسلہ ہے۔ پھر اکثر دکانداروں کو دکانیں اور مکانات سلسلہ نے دیئے ہیں۔ اگر یہ دکانیں اور مکانات نہ ہوتے تو کیا وہ روپیہ کما سکتے تھے؟ پھر اگر سلسلہ کے ادارے یہاں نہ ہوتے تو کیا یہ لوگ یہاں آتے؟ کیا یہ سلسلہ کی طرف سے ان کی امداد نہیں ہو رہی؟ پھر سلسلہ اس سے اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا تھا بلکہ وہ گاہک کا حق مانگتا تھا۔ سلسلہ اسے یہ نہیں کہتا تھا کہ چندہ زیادہ دو یا اپنے وقت میں سے دو گھنٹے سلسلہ کو دو۔ بلکہ وہ یہ کہتا تھا کہ جس گاہک سے تم نے تین سال تک روپیہ کمایا ہے آج جب اس پر تنگی کا وقت آیا ہے تو اس سے ناجائز مطالبہ نہ کرو اور اس کا گلا نہ گھونٹو۔ سلسلہ اس سے اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا تھا بلکہ وہ اس گاہک کے لئے کچھ مانگتا تھا جس کے پیسے سے دکاندار نے کپڑے پہنے ہیں، جس کے پیسے سے اس نے روٹی کمائی ہے۔ سلسلہ نے صرف یہ کہا تھا کہ جس گاہک سے تم نے پچھلے سالوں میں روپیہ کمایا ہے آج اُسے فائدہ پہنچاؤ۔ آج جب گندم ملنی مشکل ہے تم اسے ٹھیک قیمت پر گندم سپلائی کرو۔ یہ نہیں کہ

گندم بیس روپے من ہو تو تم گندم کی قلت سے فائدہ اٹھا کر گاہک کو پچیس روپے فی من دو۔ یہ چیز بہت بُری ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

غرض یہاں جماعت ہر دکاندار کو تنخواہ دے رہی ہے۔ بلکہ صرف ربوہ میں ہی نہیں جہاں بھی کوئی جماعت منظّم ہوتی ہے وہ وہاں رہنے والوں کو تنخواہ دیتی ہے۔لیکن اِس تنخواہ کی شکل اَور ہوتی ہے۔ یہ تنخواہ گاہک کی شکل میں ملتی ہے، یہ تنخواہ حفاظت کی شکل میں ملتی ہے، یہ تنخواہ مصیبت کے وقت میں امداد کی شکل میں ملتی ہے۔اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ربوہ کے کسی دکاندار کو پچاس ساٹھ روپے ماہوار تنخواہ نہیں ملتی۔ لیکن جو کچھ وہ کماتا ہے اس میں سے 75 فیصدی اسے سلسلہ دیتا ہے۔ اگر وہ جنگل میں چلا جاتا تو کیا وہ روپیہ کما سکتا تھا؟ اگر لوگ یہاں آ کر نہ بستے تو کیا وہ روپیہ کما سکتا تھا؟ اگر سلسلہ کے ادارے یہاں نہ ہوتے تو کیا وہ روپیہ کما سکتا تھا؟ اگر ان کے اردگرد سلسلہ کے افراد نہ رہتے تو کیا ان کی مال و دولت محفوظ رہ سکتی تھی؟ پس جو کچھ وہ کماتا ہے اس میں کم از کم 3/4 حصہ جماعت کا ہوتا ہے۔ اسے یہاں حفاظت کے لئے جتھا مل جاتا ہے، اسے گاہک مل جاتے ہیں۔ شہروں کے تاجر تو بڑے اَکڑے پھرتے ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھاتے ہیں، ان کے پاس کئی کاریں ہوتی ہیں، عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ اور غرباء کو دیکھو کہ وہ منہ چڑاتے ہیں۔ لیکن اگر شہر کے غرباء ان کے پڑوس میں نہ ہوتے تو وہ اتنا روپیہ کبھی نہیں کما سکتے تھے۔ اگر ان کے ہمسائے نہ ہوتے تو ان کی دولت محفوظ نہ ہوتی بلکہ ڈاکو اسے لوٹ لیتے۔ اس لئے اگرچہ غریبوں نے انہیں کچھ نہیں دیا لیکن پھر بھی دیا ہے۔ انہوں نے اس کا مال سنبھال کر رکھا ہے۔ پس امداد کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ کسی کو پچاس یا ساٹھ روپے ملیں۔ اگر محلّہ والے نہ ہوں تو کیا کوئی مالدار شخص محفوظ رہ سکتا ہے؟ ان کے اردگرد جو سَو یا دوسو غرباء رہتے ہیں ان کی وجہ سے ڈاکو ڈاکہ نہیں ڈالتے۔ گویا غرباء اسے حفاظت کے ذریعہ تنخواہ دیتے ہیں۔ اگر غرباء نہ ہوتے اور وہ ایک جنگل میں ڈیرا ڈال لیتا تو اپنے مال کی حفاظت کے لئے اسے شاید دس پندرہ پہریدار رکھنے پڑتے۔ اب اُسے ایک پہریدار بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اگر وہ چار پہریدار بھی ملازم رکھتا اور ان میں سے ہر ایک کو 35 روپے ماہوار دیتا تو اسے ایک سو چالیس روپے خرچ کرنے پڑتے۔ پس یہ بات غلط ہے بلکہ ایمانداری کے خلاف ہے کہ کوئی کہے کہ ہمیں سلسلہ تنخواہ

نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی مصیبت آتی ہے سلسلہ ان کی مدد کرتا ہے۔ اگر تم نے احمدیت کو قبول کیا ہے تو کسی پر احسان کرنے کے لئے قبول نہیں کیا۔ تم نے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے احمدیت کو قبول کیا ہے۔ لیکن پھر بھی پارٹیشن کے وقت فسادات میں اگر ہمارے احمدی محفوظ رہے تو سلسلہ کی وجہ سے رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلسلہ کے پاس روپیہ نہیں۔ لیکن اس کی شہرت، نظام اور قربانی کی وجہ سے تم پر ہر شخص ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا ہے۔ اس لئے تم میں سے اکثریت خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہے۔

پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ سلسلہ نے میری کون سی مدد کی ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور ایسا جھوٹ بولتا ہے جسے ہر عقلمند شخص سمجھ سکتا ہے۔ پس مرکز میں رہنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن جہاں مرکز میں رہنے والا بہت سے فوائد حاصل کرتا ہے وہاں اُس پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اب اگر وہ ان ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا نہیں کرتا جو مرکز میں رہنے کی وجہ سے اُس پر عائد ہوتی ہیں تو اُس کی مثال اُس نوکر کی سی ہے جو تنخواہ تو لیتا ہے لیکن کام نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں پہلے میں علماء کو لیتا ہوں۔ علماء پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ علماء جماعت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری مسجد میں نماز پڑھتا ہے اُس کو کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ 3 آخر یہ بات کیوں ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبویؐ بھی اینٹوں سے بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنے والے کو اتنے گنے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ آپؐ کی مسجد مرکزی مسجد تھی۔ لوگ باہر سے وہاں آتے تھے اور ان کی تربیت کے لئے علماء کی ضرورت تھی اس لئے فرمایا آنے والے یہاں آئیں گے جن میں علماء بھی شامل ہوں گے۔ وہ انہیں پڑھائیں گے، انہیں مسائل سکھائیں گے اور ان کی تربیت کریں گے۔ دوسری مساجد میں نہ علماء جا سکتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگ وہاں مرکزی مسجد کی طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مسجد کو مسلمانوں کے اکٹھا ہونے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس میں عوام بھی آئیں گے اور خواص بھی۔ امراء بھی آئیں گے جو غرباء کی حالت کا معائنہ کریں گے اور غرباء بھی آئیں گے جو امراء کی حالت کا معائنہ کریں گے۔ عالم بھی آئیں گے اور وہ جہلاء کی حالت کا معائنہ کریں گے۔

اور جہلاء بھی آئیں گے جو علماء کے ذریعہ اپنی جہالت کو دور کریں گے۔ اسی حکمت کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کے لئے صفِ اوّل میں آنے والا زیادہ ثواب حاصل کرتا ہے 4 اس لئے کہ جسے دینی مقام حاصل ہوگا وہ فائدہ اٹھانے کے لئے پہلی صف میں آنے کی کوشش کرے گا۔ اور جب وہ پہلی صف میں آنے کی کوشش کرے گا تو پچھلی صفوں والے اُس سے دینی مسائل سیکھیں گے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ سلسلے کے علماء مرکزی مسجد میں کم آتے ہیں۔ میں پاؤں میں درد کی وجہ سے اکثر نمازوں میں نہیں آتا لیکن جب مسجد میں آتا ہوں اور اِدھر اُدھر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے علماء کم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ جامعۃ المبشرین کے دس گیارہ پروفیسر ہیں اور شاید اتنے گراں پروفیسر دنیا میں اَور کہیں بھی نہیں۔ چالیس کے قریب طالب علم ہیں اور 10، 11 پروفیسر ہیں۔ گویا ہر چار طالب علم کے لئے ایک پروفیسر ہے۔ اس لئے ان کے پاس بہت سا وقت فارغ ہوتا ہے۔ کبھی وہ وقت بھی تھا جب ہمارے پاس صرف ایک پروفیسر تھا۔ اور وہ سکول کے کام کے علاوہ فارغ اوقات میں مسجد میں بھی آتا تھا اور نمازیوں کو دینی مسائل میں مشغول رکھتا تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب بعض لوگ مرکز میں محض ملازمت کی وجہ سے رہ رہے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں رکھتے۔

مسلمانوں کے لئے جمع ہونے والی جگہ مسجد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ شورش ہوئی۔ اُس وقت خطرہ تھا کہ کہیں قیصرِ روم حملہ نہ کردے۔ چنانچہ ایک رات کچھ شور ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ قیصر کی فوجوں نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ تلواریں اور نیزے ہاتھ میں لے کر باہر نکلے تو سوال پیدا ہوا کہ وہ جائیں کہاں۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ ہمیں شہر کے دروازے کی طرف جانا چاہیے لیکن بعض نے کہا ہمیں مسجد کی طرف جانا چاہیے اس لئے کہ مسجد ہی مسلمانوں کے لئے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ جس شخص کو بھی خطرہ کا پتا لگے گا وہ مسجد میں آجائے گا یا کسی آدمی کے ہاتھ اطلاع بھیج دے گا۔ اگر ہم سب ایک طرف چلے گئے اور دوسری طرف لڑائی ہوگئی تو ہمیں لڑائی کا کیا پتا لگے گا۔ غرض وہ سب مسجد میں جمع ہوگئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شور سنا تو آپؐ گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلے ہی شور کا پتا کرنے کے لئے چلے گئے۔ 5 جب واپس آئے تو دیکھا کہ صحابہؓ مسجد میں جمع ہیں۔ آپؐ نے اُن کے اس فعل کی تعریف کی اور فرمایا

خطرہ کے وقت میں جمع ہونے کے لئے یہی موزوں جگہ تھی۔ اگر تم کسی اَور جگہ جمع ہوتے تو خبر دینے والا تمہیں کس طرح خبر دے سکتا۔ اس کا ایک یہی طریق ہے کہ لوگ مرکزی جگہ پر جمع ہوں اور وہ مسجد ہے۔ اس لئے اسلامی طریق یہی ہے کہ امام کا گھر مسجد کے پاس ہوتا ہے۔ اب بھی جو خلیفہ ٔوقت کے لئے مکان بنا ہے وہ مسجد کے پاس ہی بنا ہے۔ اور یہ دونوں مرکزی جگہیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھر بھی مسجد کے پاس ہی تھا۔ مسجد ایسی جگہ ہے کہ مسلمانوں کا اس کے ساتھ لگاؤ پیدا کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ہر وقت مومن مسجد میں آئیں اور ذکرِ الٰہی کریں۔ اب اگر علماء مرکزی مسجد میں آئیں گے تو وہ آنے والوں کو دینی تعلیم دیں گے، انہیں دینی مسائل سکھائیں گے۔ لیکن اگر وہ مسجد میں نہیں گُھسیں گے۔ تو یہ کام کیسے ہوگا۔

لطیفہ مشہور ہے کہ کسی شخص کا بیل مسجد میں گُھس گیا تو لوگ اُسے مارنے لگے۔ اتنے میں بیل کا مالک آگیا اور کہنے لگا تم لوگ کتنے ظالم ہو، تم غریبوں کی پروا نہیں کرتے۔ جانور مسجد میں آگیا تو کیا ہوا بھلا میں بھی کبھی مسجد میں گُھسا ہوں؟ یہ بیوقوف تھا اس لئے مسجد میں آگیا۔ میں کبھی مسجد میں آیا تو جو چاہے کہنا۔ عالم کہلاتے ہوئے بھی اگر تم مسجد میں آنے سے گریز کرتے ہو حالانکہ تمہارا اولین فرض ہے کہ مسجد میں آؤ تو تمہاری مثال اس بیل کے مالک کی سی ہے جس نے کہا تھا کہ یہ جانور تھا بیوقوف تھا اس لئے مسجد میں آگیا۔ میں مسجد میں آیا تو جو چاہے کہنا۔ اِسی طرح تم بھی سمجھتے ہو کہ ہم عالم ہیں ہم مسجد میں کیوں آئیں۔ پس یہاں کے علماء پر سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نمازیں مرکزی مسجد میں ادا کریں۔

اسلام پر 1370 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر ابھی تک مکہ میں یہ خوبی ہے کہ علماء تو سارا دن خانہ کعبہ میں گھومتے رہتے ہیں۔ لیکن امراء بھی اکثر نمازیں خانہ کعبہ میں ادا کرتے ہیں۔ اِس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کی حالت نہایت گر چکی ہے میں نے مکہ میں جس قدر نماز دیکھی ہے اَور کسی جگہ نہیں دیکھی۔ اسے دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے کہ کم از کم مکہ والوں نے رسماً ہی اس چیز کو قائم رکھا ہوا ہے کہ لوگ اکثر نمازیں خانہ کعبہ میں ادا کرتے ہیں۔ چھوٹی مسجد کو وہاں زاویہ کہا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کے علاوہ دوسرے زاویے بھی بھرے رہتے ہیں۔ لیکن خانہ کعبہ میں ہر نماز میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے ہیں اور علماء ہر وقت گوشوں میں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور

انہیں دیکھ کر پتا لگتا ہے کہ ان میں کس طرح دین کو زندہ رکھنے کی خواہش پائی جاتی ہے۔

قادیان میں شروع شروع میں دو ہی علماء تھے۔حضرت خلیفہ اوّل اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ ان دونوں کا یہی طریق تھا کہ ہر وقت دینی مسائل سکھانے میں لگے رہتے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل تو طب بھی کیا کرتے تھے اور پھر طب کے علاوہ جو لوگ باہر سے آتے تھے انہیں آپ دینی مسائل بھی سکھایا کرتے تھے اور سارا دن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت آخری زمانہ میں خراب ہوگئی تھی اور اس سے پہلے بھی آپؑ کو اکثر تالیف و تصنیف کے کام کی وجہ سے باہر آنے اور مجلس میں بیٹھنے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔اس لئے قادیان میں جو مہمان آتے وہ خالی اوقات میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس ہی بیٹھتے۔ کوئی قرآن کریم پڑھ رہا ہوتا تو کوئی حدیث کا مسئلہ پوچھ رہا ہوتا۔

غرض مہمانوں کو ہر وقت ایک شغل ملا رہتا تھا۔دینی ماحول کی وجہ سے امام کے ساتھ لازماً بعض ایسے کام لگے رہتے ہیں کہ اسے مجالس میں بیٹھنے کا بہت کم وقت ملتا ہے۔اس لئے جماعت کی تربیت کے لحاظ سے امام کے بعد دوسرا درجہ علماء کا ہوتا ہے۔اور ان کے لئے بہترین جگہ مسجد ہے۔اگر علماء مساجد میں آئیں اور وہاں ہر وقت دینی کلاسیں لگی رہیں۔تو باہر سے آنیوالوں پر بھی اس کا اچھا اثر ہوگا۔اگر مسجدیں آباد نظر آئیں گی تو باہر سے آنیوالے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔

میں ایک دفعہ مصر کی ایک بڑی مسجد میں گیا عصر کی نماز کا وقت تھا۔میں نے دیکھا کہ امام محراب کی بجائے ایک کونہ میں نماز پڑھ رہا ہے۔اور چند آدمی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔میں نے خیال کیا کہ شاید جماعت پہلے ہو چکی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو نماز با جماعت سے رہ گئے ہیں۔اس لئے یہ ایک کونہ میں نماز پڑھ رہے ہیں۔جب نماز ختم ہو چکی تو میں نے امام سے دریافت کیا کہ آپ ایک کونے میں کیوں نماز پڑھ رہے تھے۔اس نے کہا مجھے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے شرم آتی تھی کہ لاکھوں کی آبادی میں سے صرف چار پانچ آدمی نماز پڑھنے آئے ہیں۔اس لئے میں محراب کی بجائے ایک کونہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔

پس اگر مساجد آباد نہ ہوں تو دیکھنے والوں پر بھی یہ اثر پڑتا ہے کہ ان لوگوں میں دینی روح

مرگئی ہے۔ اگر علماء اپنے فارغ اوقات میں مسجد میں آئیں اور یہاں ہر وقت قرآن کریم کا درس ہورہا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا درس ہورہا ہو تو دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اگر مساجد آباد ہوں گی تو ایک دکاندار جب یہ دیکھے گا کہ اس کا دوسرا ساتھی آ گیا ہے اور وہ کچھ دیر کے لئے فراغت حاصل کرسکتا ہے تو وہ مسجد میں آ بیٹھے گا تا وہ دینی تعلیم حاصل کر سکے۔ ایک کارکن اگر بیمار ہوگا اور وہ بیماری کی وجہ سے دفتر سے چھٹی پر ہوگا تو بجائے گھر میں لیٹنے کے مسجد میں چلا جائے گا اور اس طرح دینی مسائل سیکھ لے گا۔ پس کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری مساجد آباد ہوں اور ہم میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہوں اس سے دیکھنے والے پر یہ اثر پڑے گا کہ ان لوگوں میں دینی روح سرایت کرگئی ہے۔ پس علماء کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ مرکزی مسجد میں زیادہ تر نمازیں ادا کیا کریں۔ بعض اوقات امام بیمار ہوجاتا ہے یا کسی اَور وجہ سے مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتا تو علماء لوگوں کی تربیت میں حصہ لے سکتے ہیں اگر علماء مسجد میں نہ آئیں اور کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرنا پڑے تو یہ ان کی موت کی علامت ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کو دیکھ لو۔ تم کہیں یہ بات نہیں دیکھو گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں زید یا بکر نے نماز پڑھائی ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز نہ پڑھا سکتے تو ہمیشہ ابوبکرؓ آگے آ جاتے۔ اور سب مسلمان اس بات پر متفق تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت میں سب سے بڑے عالم حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔ اور جب بھی امام یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تھے دوسرے نمبر پر جو عالِمِ دین تھا وہ موجود ہوتا تھا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ میں مسجد میں جاتا ہوں تو بعض دفعہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہاں نماز پڑھانے کے قابل کوئی آدمی نہیں اور ضرورت کے وقت بعض دفعہ ایسے آدمی کو کھڑا کرنا پڑتا ہے جو درحقیقت مرکزی مسجد میں نماز پڑھانے کے قابل نہیں ہوتا اور نہ مقتدیوں میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے علماء کے اندر اپنے فرائض کا پورا احساس نہیں پایا جاتا۔ لڑائی والے کا مقام چھاؤنی ہوتی ہے گھر نہیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم بھی تو آدمی ہیں۔ ہم کہیں گے کہ جب کوئی کہے کہ فوج میں آؤ اور دوسرا شخص فوج میں چلا جائے تو وہاں آدمیت اَور رنگ کی ہوجاتی ہے۔ ایک شخص جان دیتا ہے

اور دوسرا شخص اپنی جان محفوظ کرتا ہے۔ تاجر کی آدمیت اَور ہے اور سپاہی کی آدمیت اَور ہے۔ تاجر کا کام ہے کہ وہ اپنی جان بچائے اور سپاہی کا کام ہے کہ وہ اپنی جان دے۔ پس دونوں میں فرق ہے۔ جب ایک آدمی عالم ہوتا ہے تو اُس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ مسجد میں اپنی زندگی گزارے۔ ہاں اگر سلسلہ کا کام اسے دوسری جگہ لے جائے تو اَور بات ہے۔ مثلاً سلسلہ کی طرف سے اس کے سپرد تالیف وتصنیف کا کام کیا جائے تو تالیف وتصنیف کا کام مسجد میں نہیں ہوگا۔ تالیف وتصنیف کا کام کسی گوشہ میں ہوگا اور وہ مجبوراً کسی گوشہ میں چلا جائے گا۔ لیکن جن کے سپرد پڑھانے کا کام ہے وہ جہاں تک تنخواہ کا سوال ہے اپنے مقررہ اوقات میں اسکول جائیں۔ لیکن کچھ وقت مسجدوں میں بھی دیں۔ اگر تنخواہ والا اسکول جاتا ہے اور وہاں پڑھاتا ہے تو اُس نے مالک کا حق ادا کیا ہے لیکن یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ بھی اُس پر خوش ہو جائے۔ یہ کوئی خوبی اور قابلِ تعریف بات نہیں کہ ایک شخص تنخواہ کے لئے مقررہ اوقات میں سکول میں جائے اور پڑھا آئے۔ ایک مدرس کے خادمِ دین ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تنخواہ والے وقت کے بعد فارغ وقت میں خدمتِ دین میں لگ جائے۔ اس سے پتا لگ جائے گا کہ اگر اُس کا تنخواہ کے بغیر گزارہ ہو جاتا تو وہ تنخواہ نہ لیتا بلکہ مفت خدمتِ دین میں لگا رہتا۔ لیکن اگر وہ فارغ وقت میں خدمتِ دین کے علاوہ اَور کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ خادم دین نہیں وہ محض تنخواہ کے لئے کام کر رہا ہے۔

نبی اور ایک عام آدمی میں یہی فرق ہے۔ نبی بھی روٹی کھاتا ہے اور دوسرا آدمی بھی روٹی کھاتا ہے۔ لیکن نبی کے کھانے اور دوسرے آدمی کے روٹی کھانے میں فرق ہے۔ ایک نبی کو روٹی ملے یا نہ ملے وہ کام کرتا ہے۔ لیکن دوسرے آدمی کو روٹی نہ ملے تو وہ کام نہیں کرتا۔ اس طرح ایک مومن اور ایک عام آدمی میں فرق ہے۔ مومن بھی روٹی کھاتا ہے اور ایک عام آدمی بھی روٹی کھاتا ہے۔ لیکن ایک مومن کو کام کا بدلہ ملے یا نہ ملے وہ کام کرتا ہے۔ دوسرا آدمی اگر اسے اس کے کام کا بدلہ نہ ملے تو وہ کام نہیں کرتا۔ پس کسی انتظامی جماعت کا ممبر ہونا بُری بات نہیں۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ پیٹ پالنے کے لئے تنخواہ لینے پر مجبور ہے۔ لیکن ہے مبلغ۔ کیونکہ وہ فارغ اوقات میں خدمتِ دین میں لگا رہتا ہے۔

پرانے علماء نے اِس بات پر بحث کی ہے کہ دین پڑھانے کی مزدوری جائز ہے یا ناجائز۔ اور اکثریت کا یہ فتویٰ ہے کہ دین پڑھانے کی اُجرت یا تنخواہ لینا ناجائز ہے۔ اقلیت کے نزدیک مزدوری لینا جائز ہے اور اس کی دلیل انہوں نے یہی دی ہے کہ اسے کھانے کے لئے بھی کچھ چاہیے۔ گو اس کی نیت یہی ہے کہ وہ دین کا کام کرے۔ لیکن اس لئے کہ اسے کھانے کے لئے کچھ چاہیے وہ مجبوراً کچھ تنخواہ لے لیتا ہے۔ لیکن جب وہ فارغ اوقات میں سلسلہ کا کام نہیں کرتا تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ وہ سلسلہ کا خادم ہے۔ اگر وہ تنخواہ کے لئے چار گھنٹے پڑھاتا ہے اور پھر سارا دن تبلیغ کرتا ہے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تنخواہ دار ہے۔ کیونکہ وہ صرف چار گھنٹے تنخواہ کے لئے کام کرتا ہے اور باقی وقت خدمتِ دین میں مفت صَرف کرتا ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مومن ہے۔ وہ ایسا کرنے سے عِبَادُ اللہ میں داخل ہو جاتا ہے عِبَادُ النَّاس میں نہیں۔ کیونکہ اس کی زندگی بتا رہی ہے کہ وہ ہر وقت خدمتِ دین میں لگا رہتا ہے۔

پس سب سے پہلے میں علماء کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اندر زندگی کی روح پیدا کریں اور اپنے مقام کو سمجھیں۔ وہ جتنی نمازیں مرکزی مسجد میں پڑھ سکیں پڑھیں۔ اگر کوئی عالم پانچوں نمازیں مرکزی مسجد میں ادا نہیں کرتا تو چار ہی پڑھ لے۔ یا دوسرے کے ساتھ یہ طے کرے کہ تم فلاں فلاں نماز مرکزی مسجد میں ادا کرو اور میں فلاں فلاں نماز مرکزی مسجد میں ادا کروں گا۔ بہرحال مرکزی مسجد میں ہر وقت علماء اور ان کے نمائندوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ بوقتِ ضرورت نماز پڑھا سکیں اور مسجد میں آنے والوں کو مسائلِ دینیہ سکھا سکیں۔''

(الفضل 25 جنوری 1961ء)

1: واہ: ضلع راولپنڈی میں پشاور روڈ پر ٹیکسلا کے ساتھ واقع ایک شہر جو تقسیم ہند کے بعد مہاجر کیمپ کے طور پر استعمال کیا گیا۔

2: مانسر: ضلع اٹک میں دریائے سندھ پر واقع ایک قصبہ جو تقسیم ہند کے بعد مہاجر کیمپ کے طور پر استعمال کیا گیا۔

3: صحیح بخاری کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکّۃ والمدینۃ

4: صحیح بخاری کتاب الاذان باب الاستهام فی الاذان (مفہومًا)

5: صحیح بخاری کتاب الجهاد والسیر باب الحمائل و تَعْلیق السَّیف بِالْعُنُقِ